47032-وصیت اور وراثت کا ایک مسئلہ

سوال

میری ایک بیوی اور دو بیٹے اور والدہ، اور بہن اور نانی ہے، ہماری پرورش ہمارے دادا جان نے کی جو کہ اب فوت ہو چکے ہیں، جب سے ہم اپنے والد سے علیحدہ ہوئے ہیں تقریبا تئیس برس سے ہماری پرورش دادا جان ہی کر رہے ہیں، اس عرصہ میں ہمارے والد نے ہم سے کوئی رابطہ نہیں رکھا، اور نہ ہی علیحدگی سے لیکر اب تک ہمارے والد نے ہمارا خرچ ہی برداشت کیا ہے.
میں ایک گھر کا مالک ہوں، اس کا کچھ حصہ میری والدہ نے مجھے ہدیہ دیا تھا، اور گھر کا کچھ حصہ میں نے اپنی رقم سے بنایا ہے، اب یہ گھر میرے نام ہے، اور اسی فیصد (80%) میرا سرمایہ ہے، اور میرا باقی سرمایہ بہت ہی کم ہے جو کہ نقدی اور حصص کی صورت میں ہے، شریعت اسلامیہ کی حدود میں رہتے ہوئے میں اپنی آخری وصیت کس طرح لکھ سکتا ہوں ؟

پسندیدہ جواب

اول :

کسی بھی شخص پر اپنی زندگی میں ترکہ تقسیم کرنے کی وصیت لکھنی واجب نہیں؛ کیونکہ وراثت کی شروط میں جس کا وارث بنا جائے اس کی موت کا ثابت ہونا ہے، اس لیے جب اس کی موت واقع ہو جائے تو پھر اس کا ترکہ شرعی تقسیم کے مطابق اس کے زندہ ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائیگا.

اس لیے کہ ہر وارث کا حصہ شریعت میں مقرر اور فرض کیا گیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

{والدین اور رشتہ داروں نے جو کچھ ترکہ چھوڑا ہے اس میں سے مردوں کا حصہ ہے، اور عورتوں کا بھی حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے چاہے وہ مال کم ہو یا زیادہ یہ حصے مقرر کردہ ہیں} النساء (7).

اور افضل یہ ہے کہ ترکہ کی جلد تقسیم نہ کی جائے، لیکن اگر وہ شخص جس کا وارث بنا جا رہا ہے اسے خدشہ ہو کہ اس کی موت کے بعد ورثاء میں جھگڑا و فساد بپا ہو جائیگا، یا پھر ترکہ کی تقسیم میں شرعی اصول و ضوابط کو مد نظر نہیں رکھا جائیگا، بلکہ اپنے ملک کے وضعی قانون کے مطابق تقسیم کرینگے نہ کہ شرعی تقسیم تو پھر اس صورت میں اس پہلے سے لکھ کر رکھنا ممکن ہے.

دوم :

اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ کی ممتلکات کی تقسیم صرف سوال میں مذکور اشخاص پر منحصر ہو، اور وہ دو بیٹے، ایک بیوی، ماں، اور نانی اور ایک بہن، اور باپ ہیں (آپ نے بیان کیا ہے کہ آپ کا والد زندہ ہے، چاہے وہ آپ سے علیحدہ ہو چکا ہے، اور اس نے آپ کے واجب کردہ حقوق یعنی خرچ وغیرہ بھی ادا نہیں کیا، لیکن وہ آپ کا وارث ہے، اور آپ اس کی وراثت کے حقدار ہونگے) تو اس صورت میں ترکہ کی تقسیم کچھ اس طرح ہوگی :

بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا، اور باپ اور ماں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور باقی ماندہ ترکہ دونوں بیٹے برابر برابر لینگے.

اور آپ کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی اس کے فرض کردہ حصہ سے زائد وصیت کریں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"یقینا اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے، تو وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں"

سنن ترمذی حدیث نمبر (2046) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور اس مسئلہ میں بیٹوں اور باپ کی وجہ سے بہن محروم ہو جائیگی لہذا وہ ان کی موجودگی میں وارث نہیں بن سکتی، اور نانی بھی ماں کی موجودگی میں وارث نہیں بنے گی.

اور آپ کے لیے جائز ہے کہ بہن اور نانی کے لیے وصیت کرنا جائز ہے لیکن یہ وصیت ایک تہائی حصہ سے زائد نہ ہو.

سوم :

آپ نے سوال میں بیان کیا ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو گھر کا ایک حصہ بطور ہدیہ دیا ہے، لیکن آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے آپ کی بہن کو اس میں سے کچھ دیا ہے یا نہیں ؟

اگر تو آپ کی والدہ نے آپ کی بہن کو کچھ نہیں دیا تو پھر اس نے عطیہ اور ہبہ کرنے میں اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف سے کام نہیں لیا اور کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد میں کسی کو تو کچھ ہبہ کر دے اور کسی کو نہ دے، یا پھر ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہوئے زیادہ چیز ہبہ کرے، بلکہ اس کے لیے عدل و انصاف کرنا واجب ہے.

اس کی دلیل نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ :

"جب ان کے والد نے انہیں ایک باغ ہدیہ میں دیا تو وہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آئے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"کیا تو نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح ہدیہ دیا ہے ؟

تو انہوں نے جواب دیا : نہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اس سے ڈرتے ہوئے اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف کرو"

صحیح بخاری حدیث نمبر (2398).

اور اولاد میں عدل و انصاف اس طرح ہو گا کہ بیٹے کو دو بیٹیوں جتنا دیا جائے، اس لیے کہ اللہ تعالی نے وراثت میں اسی طرح تقسیم کی ہے، اور اللہ تعالی کی تقسیم سے زیادہ عدل و انصاف کوئی اور نہیں کر سکتا.

اس بنا پر یا تو آپ اپنی بہن کو والدہ کی جانب سے دیے گئے حصہ کا ایک تہائی دیں، یا پھر اپنی والدہ کا عطیہ واپس کر دیں، لیکن اگر آپ کی بہن ہنسی خوشی اور رضامندی سے اپنا حق معاف کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں.

واللہ اعلم.